فکر و نظر۔۔۔۔ اسلام آباد　　　　جلد: ۴۷　شمارہ: ۱

دارالمصنفین اور اس کی علمی ، دینی اور ادبی خدمات
(ایک مختصر جائزہ)

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی ☆

دارالمصنفین علامہ شبلی کی علمی، ادبی، تحقیقی، تعلیمی اور مذہبی زندگی کی عظیم الشان یادگار اور ان کے تخیلات و تمناؤں کی حقیقی تعبیر ہے اس کا قیام ان کی زندگی کا آخری اور سب سے اہم کارنامہ ہے۔

دارالمصنفین ہندوستان کے مسلمانوں کا مایہ ناز علمی و تصنیفی ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک زندہ و تابندہ تحریک اور علوم اسلامیہ کی شاندار مملکت ہے، علم و ادب ، تحقیق و تنقید اور تاریخ و تہذیب اسلامی کی گوناگوں اور عظیم الشان خدمات کے پیش نظر ذیل میں اس کے قیام کے اسباب و مقاصد اور اس کی پچاس سالہ علمی، ادبی، تعلیمی، مذہبی اور تاریخی خدمات کا ایک اجمالی مرقع پیش کیا جاتا ہے۔

پس منظر

۱۸۵۷ء کی پہلی بڑی جدوجہد آزادی میں ناکامی کے بعد ملک پر انگریزوں کے مکمل قبضہ و اقتدار کی وجہ سے بڑے بڑے انقلابات رونما ہوئے۔ قدیم و جدید کی کشمکش شروع ہوئی، علوم و فنون اور افکار و نظریات کے رائج سانچے بھی تبدیل ہوئے، مذہب و عقائد، تاریخ و تہذیب اور علم و ادب کی پرانی قدروں کو مغربی تعلیم و تہذیب کے تسلط سے ضرر و زوال کے خدشات بڑھے جس کی وجہ سے بحث و نظر کے نئے پہلو اور نئے تقاضے بھی سامنے آئے۔

☆ ادب کدہ، انور گنج، مہراج پور، اعظم گڑھ ،یو۔پی۔۲۷۶۰۰۱، انڈیا

اسی دور پر آشوب میں عیسائی مشنریوں نے عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ اسلام، اسلامی عقائد و نظریات اور مسلمانوں پر حملوں کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ انگریزوں کے علاوہ بعض ہندو اہل قلم اور مصنفین نے بھی اسلام کو تختہ مشق بنایا گویا اسلام پر چوطرفہ حملے ہوئے اور مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ مسلمان اقتدار سے محروم ہونے کے سبب پہلے ہی مایوسی کا شکار تھے ان حملوں نے انہیں اور بھی اضطراب و اضمحلال میں مبتلا کر دیا۔

انگریزوں نے اپنے اقتدار و تسلط کے سہارے ہندوستانیوں کو یہ باور کرانا شروع کیا کہ دراصل وہی اس ملک پر حکمرانی کے لائق ہیں اور اس سے پہلے کے حکمرن ظالم و غاصب تھے اور ان کی حکمرانی جابرانہ تھی۔ انہوں نے ان باطل و غلط خیالات کو اس بلند آہنگی سے پیش کیا کہ جدید تعلیم و تہذیب کی گود میں پل کر جوان ہونے والے افراد بھی اس سے متاثر ہوگئے۔ یہ طبقہ اپنے قدیم علمی خزانوں اور اسلاف کے علمی کارناموں سے بے خبر تھا کہ آج جن علوم پر ترقی یافتہ قوموں کو ناز ہے ان کی بنیاد ان کے اسلاف ہی کے قدیم علوم پر ہے۔ ایک طرف جدید تعلیم یافتہ طبقے کا یہ حال تھا تو دوسری طرف ان اصحاب علم و فکر کو جو قدیم طرز تعلیم سے وابستہ تھے نئے حالات اور نئی ضروریات کی اہمیت و واقفیت کا کماحقہ ادراک نہ تھا۔ ان کی بیشتر تگ و دو قدیم کتب درسیات اور دین و مذہب کے مسائل کی تقلید تک محدود تھی۔ ظاہر ہے یہ دور اپنے مجددین کا متلاشی و منتظر تھا چنانچہ ملت اسلامیہ ہند کی خاکستر سے ایسے متعدد افراد پیدا ہوئے جن کی دور اندیشی اور دور بینی نے وقت کے تغیرات اور نئی ضروریات کو محسوس کیا۔ انہوں نے اپنے مضامین و مقالات اور تصانیف سے قوم میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کی۔ ان مصلحین میں حجۃ الملۃ والدین علامہ شبلی نعمانیؒ کا نام نمایاں ہے جن کا کام شاید سب سے زیادہ دیرپا ثابت ہوا۔

علامہ شبلی کی شخصیت قدیم و جدید کے سنگم کی سی تھی۔ بقول مولانا سیّد سلیمان ندوی " وہ قدیم اور مذہبی علوم کے عالم بھی تھے اور جدید علوم کے بہت سے آراء و خیالات سے واقف بھی تھے"۔(۱)

ان کا سب سے اہم کارنامہ قدیم و جدید کی خلیج کو پاٹنا ہے انہوں نے ان دونوں میں ہم آہنگی اور قربت و تعلق پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اس مقصد کے حصول کے لیے مسلسل بتیس برس (۱۸۸۲۔۱۹۱۴ء) تک مولانا سیّد سلیمان ندوی کے الفاظ میں "ہندوستان اور ہندوستان سے باہر کی اسلامی دنیا کو اپنے قلم کی روانی سے سیراب، اپنی شعلہ نفسیوں سے گرم اور اپنی نواسنجیوں سے پرشور رکھا"۔(۲)

علامہ شبلی کی خواہش و تمنا صاف اور واضح تھی کہ علماء کی ایک ایسی جماعت قائم کی جائے جو اس نئے زمانہ میں اسلام کی نئی ضروریات کو پورا کرے(۳) یعنی اسلامی عقائد، اسلامی تاریخ و علوم اور اسلامی تہذیب و تمدن کو ان کی بنیادی خصوصیات کے ساتھ نئے معیار و مذاق اور عصری تقاضوں کے مطابق پیش کیا جائے۔

اسی مقصد کی براری کے لیے انہوں نے تحریک ندوہ میں شمولیت اختیار کی اور اسی خاص مقصد کے حصول کے لیے ان کے ذہن میں دارالمصنفین کا تخیل آیا۔

دارالمصنفین کا تخیل

دارالمصنفین کا تخیل علامہ شبلی کے ذہن میں ایک خاص تمثیل کی شکل میں آیا، وہ اپنے عہد کے حالات اور علمی ضروریات کو عہد عباسیہ کے مثل تصور کرتے تھے ، عہد عباسیہ میں نئے حالات اور نئی ضروریات کے مطابق اسلامی علوم و فنون کی نئے سرے سے تدوین و ترتیب کی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ بنو عباس نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنی دولت و ثروت اور حکومت کی بدولت بغداد میں بیت الحکمت قائم کیا اور اہل علم و فضل و دانش کی ایک نامور جماعت کے ذریعہ مختلف علوم و فنون کی تدوین کرائی، مختلف زبانوں کی کتابوں کے ترجمے کرائے اور ترقی پذیر عربی زبان و ادب کے خزانہ کو بے مثال بنا دیا یہ کہنا قطعی مبالغہ نہ ہوگا کہ دولت عباسیہ نے اسلامی علوم و فنون کی سادہ دیواروں پر ایسی نقاشی اور میناکاری کی جس سے علوم و فنون کا بازار آراستہ و پیراستہ ہوگیا۔

علامہ شبلی نے بھی اپنے عہد میں اسی ضرورت کو محسوس کیا اور اس اہم فریضہ وقت کی ادائیگی کے لیے اپنے خاص اور باصلاحیت تلامذہ کو تیار کیا ، ان کی خواہش تھی کہ :

۱۔ فلسفہ حال کے اصول اور ان کا معتدبہ حصہ مکمل زبان میں منتقل ہو۔

۲۔ یہ تنقیح ضروری ہو کہ فلسفہ حال کے وہ کون سے مسائل ہیں جو مذہب کے خلاف اور قابل رد ہیں اور کن مسائل کو مذہب سے منطبق کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ ان کا خیال تھا کہ جس قسم کے مضامین پر یورپ میں تصنیفات ہو رہی ہیں اور جن میں اسلامی تصنیفات بھی موجود ہیں ان میں موازنہ کر کے بتایا جائے کہ مسلمانوں کا طرز تصنیف کیا تھا اور یورپ کا طرز تصنیف کیا ہے۔ مثلاً اسماء الرجال، معانی و بلاغت اور تحقیقات مذہب میں عربی زبان میں کثرت سے تصنیفات موجود ہیں۔ ان ہی مضامین نے یورپ میں نئے نئے اسلوب اختیار کیے ہیں ۔ موازنہ کر کے بتانا چاہیئے کہ دونوں کی مختلف خصوصیات کیا ہیں اور کس کو کس حیثیت سے ترجیح دی جائے۔

۴۔ خالص اسلامی عِلوم مثلاً کلام، فقہ، اصول، تفسیر وغیرہ کی تاریخ اس محققانہ طرز پر مرتب کی جائے جس سے معلوم ہو کہ یہ علوم کب پیدا ہوئے کیونکر بڑھے ، کس کس زمانے میں کیا کیا باتیں اضافہ ہوتی گئیں اور کن اسباب سے ہوئیں ان کا کس قدر حصہ صحیح ہے اور کس قدر تنقید و اصلاح کا محتاج ہے۔

۵۔ فارسی اور عربی شاعری اور انشا پردازی کی تاریخ بھی لکھی جائے۔

۶۔ جن نئے عنوانوں پر یورپ میں مضامین لکھے جا رہے ہیں ان کو اردو زبان میں ترجمے کے ذریعہ سے لایا جائے۔

۷۔ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کا تاریخی نقطہ نظر سے جائزہ بھی ضروری ہے۔ مثلاً انتظام عدالت، انتظام محاصل، پبلک ورکس، تعلیمات، تجارت، فوجی نظم و نسق، معاشرت غرض اس قسم کے تمام امور کی نسبت مورخانہ طور پر لکھا جائے کہ مسلمانوں نے ان چیزوں میں کہاں تک ترقی کی اور کس کس عہد میں کیا کیا اضافہ ہوا۔(۴)

علامہ شبلی کی یہ بھی خواہش تھی کہ تغیر پذیر حالات و ضروریات کے مطابق تصنیف و تالیف و ترجمہ اور ان کے طبع و اشاعت کا اہتمام ہو ظاہر ہے یہی دارالمصنفین کا تخیل تھا جو ان کے ذہن میں اس طرح آیا کہ اس کے مطابق دارالمصنفین کو عباسی بیت الحکمت کا مثنی اور جدید قالب قرار دیا جا سکتا ہے، البتہ یہ فرق اگر ملحوظ رکھا جائے کہ آل عباس صاحب تخت و تاج اور علامہ شبلی ایک گدائے بے نوا تھے تو دارالمصنفین کا تخیل، قیام

اور مقاصد کے حصول کی اہمیت بیت الحکمت سے کہیں زیادہ حوصلہ مند اور قابل قدر ہو جاتی ہے۔

ابتدائی خیال

یہ طے ہے کہ دارالمصنفین کا خیال علامہ شبلی کے ذہن کے کسی گوشہ میں عرصہ سے موجود تھا مگر اس کا پہلا اظہار انہوں نے مارچ ۱۹۱۰ء میں ندوۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں کتب خانہ ندوہ کی ضرورت کے سلسلہ میں کیا، دارالعلوم کی رپورٹ جو انہوں نے لکھ کر پیش کی تھی اس میں انہوں نے بصراحت لکھا کہ :

> " قومی اور مذہبی ضروریات میں جس قدر ایک قومی مدرسہ، ایک قومی کالج ایک اور قومی یونیورسٹی کی ضرورت ہے اسی قدر ایک قومی کتب خانہ اعظم کی بھی ضرورت ہے، اگر مسلمانوں کے مذہب، مسلمانوں کے علوم، مسلمانوں کی قومی تاریخ کو زندہ رکھنا ہے تو ضرور ہے کہ ایک ایسا کتب خانہ قائم کیا جائے جس میں علوم مذہبی کے متعلق نادر اور بیش بہا تصانیف موجود ہوں جس میں مسلمانوں کے خاص ایجاد کردہ علوم و فنون کا کافی سرمایہ ہو جس میں ہر فن کے متعلق وہ تمام کتابیں موجود ہوں جو اس فن کے دور ترقی کے مدارج ہیں جس میں قدماء کے عہد کی یادگاریں ہوں اور ان سب باتوں کے ساتھ یہ کتب خانہ کسی کا ذاتی نہ ہو بلکہ وقف عام ہو تاکہ تمام ہندوستان کے مسلمان اور بالخصوص اہل قلم اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ تجویز کہ ندوہ میں ایک دائرہ تالیف قائم کیا جائے جس کے ارکان کا کام صرف مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف ہو، جس طرح یورپ میں اکیڈمیاں ہوتی ہیں۔ اسی وقت پوری ہو سکتی ہے جب ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کر دیا جائے"۔ (۵)

اسی اجلاس میں مولانا سیّد سلیمان ندوی نے بھی علامہ شبلی ہی کے ایما سے کتب خانہ ندوہ کی ضرورت پر تقریر کی جس میں واضح طور پر دارالمصنفین کے قیام کی تجویز پیش کی اور فرمایا کہ :

"کتب خانہ کے سوا ایک وسیع کمرہ ارباب قلم و مصنفین کے لیے بنایا جائے جس میں قوم کی ایک جماعت تالیف و تصنیف میں مشغول ہو، مادری زبان جس کا گہوارہ طفولیت یہی دہلی ہے ان تصنیفات کے ذریعہ سے ترقی دی جائے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کے ارباب قلم و مصنفین جن کی تعداد ہندوستان میں ایک مناسب حد تک ہے اس کے مصارف بطور یادگار اپنی جیب سے پورے کریں اور اس عمارت کا نام دارالمصنفین ہو"۔ (۶)

اس کے بعد اگست ۱۹۱۰ء میں نواب سر مزمل علی اللہ خان نے سرکاری خطاب ملنے کی خوشی میں علامہ شبلی کو لکھا کہ میں آپ کی تصنیفات کی یادگار میں دارالعلوم میں ایک کمرہ بنوانا چاہتا ہوں اس پیش کش پر علامہ مرحوم نے ماہنامہ الندوہ (اگست ۱۹۱۰ء) میں ایک نوٹ لکھا اور اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ :

" ہم چاہتے ہیں کہ دارالعلوم میں ایک عمارت دارالمصنفین کے نام سے تعمیر ہو جس کا یہ مقصد ہو کہ اس میں تصنیف و تالیف کا ایک دفتر ہو اور اس سے باقاعدہ تصانیف شائع ہوں۔ باہر کے مصنف اگر چاہیں تو اس میں آ کر رہیں ان کے لیے ہر قسم کے آرام کا سامان مہیا کیا جائے ، تمام ضروری علوم و فنون کی کتابیں مہیا رہیں۔ چونکہ ندوہ کا کتب خانہ اعلیٰ درجہ کا کتب خانہ ہونا چاہیے اور ندوہ کے تعلیم یافتہ طبقہ میں تصنیف و تالیف کا مذاق خصوصیت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اس لیے دارالمصنفین کی تجویز ہر طرح موزوں ہے، نواب مزمل اللہ خان صاحب سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی رقم کو اس مد میں منتقل فرمائیں"۔ (۷)

ابھی یہ منصوبہ زیر غور ہی تھا کہ ندوۃ العلماء میں اختلاف و انتشار کا آغاز ہوا جو علامہ شبلی کی سخت مخالفت تک جا پہونچا اور جس کی وجہ سے بالآخر علامہ شبلی بددل ہو کر اس معتمدی سے مستعفی ہوگئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ندوہ میں دارالمصنفین کے قیام کی تجویز بھی اس وقت نامکمل رہ گئی۔

دارالمصنفین کی تجویز کا اعلان

لیکن ندوہ سے اس افسوسناک علیحدگی کے بعد بھی دارالمصنفین کا خیال اور اس کے قیام کی تجویز علامہ شبلی کے دل سے نہ گئی بلکہ انہوں نے اسے اپنی زندگی کا آخری میدان عمل اور زمرہ مصنفین کی دائمی خدمت قرار دیا۔(۸) اوراس کے قیام کا قطعی فیصلہ کیا چنانچہ ۱۱ فروری ۱۹۱۴ء کے الہلال میں اس کے قیام کی تجویز پیش کی جس میں لکھا کہ :

"خدا کا شکر ہے کہ ملک میں تصنیف و تالیف کا مذاق پھیلتا جاتا ہے اور قابل قدر ارباب قلم پیدا ہوتے جاتے ہیں لیکن بایں ہمہ اس گروہ میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جن کو مصنف کے بجائے مضمون نگار یا انشاء پرداز کہنا زیادہ موزوں ہوگا کیونکہ ان کی مستقل تصنیفیں نہیں ہیں بلکہ معمولی رسالے یا مضامین ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کو اعلیٰ درجہ کی تصنیف کی قابلیت نہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی تصنیف کے لیے جو سامان درکار ہے وہ مہیا نہیں ہے۔ ان میں سے اکثر کے پاس کتابوں کا ذخیرہ نہیں جو انتخاب اور استنباط اور اقتباس کے کام آئے اتفاق سے اگر کوئی مقامی کتب خانہ موجود ہے تو دلجمعی کے اسباب نہیں کہ اطمینان سے چند روز وہاں رہ کر کتابوں کا مطالعہ اور اس سے استفادہ اور نقل و انتخاب کر سکیں۔ ان باتوں کے ساتھ کوئی علمی مجمع بھی نہیں کہ ایک دوسرے سے مشورہ اور تبادلہ خیالات ہو سکے۔ ان مشکلات کے حل اور تصنیف و تالیف کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ایک وسیع دارالتصنیف امور ذیل کے موافق قائم کیا جائے۔

۱۔ ایک عمدہ عمارت دالتصنیف کے نام سے قائم کی جائے جس میں ایک وسیع ہال(Hall) کتب خانہ کے لیے ہو اور جس کے حوالی میں ان لوگوں کے قیام کے لیے کمرے ہوں جو یہاں رہ کر کتب خانہ سے فائدہ اٹھانا اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہنا چاہتے ہوں۔

۲۔ یہ کمرے خوب صورت اور خوش وضع ہوں اور ان مشہور مصنفین کے نام سے موسوم ہوں جو تصنیف کی کسی خاص شاخ کے موجد اور بانی ہوں۔

۳۔ ایک عمدہ کتب خانہ فراہم کیا جائے جس میں کثرت تعداد ہی پر نظر نہ ہو بلکہ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ جس فن کی کتاب ہو نادر اور کمیاب ہو۔

۴۔ تصنیفی وظائف قائم کیے جائیں اور وظیفہ عطا کنندہ کے نام سے موسوم کیا جائے یہ وظائف یا ماہوار ہوں گے یا کسی تصنیف و تالیف کے صلہ کے طور پر دیئے جائیں گے۔

۵۔ جو لوگ کم از کم یکمشت پانچ سو روپیہ عطا فرمائیں گے ان کے نام اس عمارت پر کندہ کیے جائیں گے، میں یہ تجویز بالکل ایک سرسری صورت میں پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ سردست محض ایک خاکہ کے طور پر اس کی بنیاد قائم ہو جائے جو رفتہ رفتہ خود بخود وسعت حاصل کرتی جائے گی۔(۹)

اس اعلان کا علامہ شبلی نے انگریزی میں ترجمہ بھی کرایا اور اپنے احباب خاص اور دوسرے اہل علم خصوصاً اپنے تلامذہ کے پاس اس کے اغراض و مقاصد کی وضاحت و تفصیل سے لبریز خطوط روانہ کرنا شروع کیے جن کا ذکر مکاتیب شبلی(دو حصوں) میں موجود ہے۔

دارالمصنفین کا مرکز

تجویز و اعلان کے بعد اب یہ مسئلہ درپیش تھا کہ دارالمصنفین کہاں قائم کیا جائے، علامہ شبلی کے چہیتے شاگرد مولانا مسعود علی ندوی جن کی انتظامی صلاحیتوں کے خود علامہ

بھی قائل تھے ان کا خیال تھا کہ دارالمصنفین ندوہ میں قائم کیا جائے، دراصل یہی تمنا علامہ شبلی کی بھی تھی لیکن ندوہ کے تکلیف دہ معاملات کی وجہ سے وہ سمجھتے تھے کہ ان کی یہ آرزو شاید تشنہ تکمیل ہی رہے اسی لیے مولانا مسعود علی ندوی کے ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں :

"بھائی وہ لوگ دارالمصنفین ندوہ میں بنانے کب دیں گے کہ میں بناؤں، میری اصلی خواہش یہی ہے لیکن کیا کیا جائے حالانکہ اس میں انہی کا فائدہ ہے"۔(۱۰)

علامہ شبلی کے حبیب خاص مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے دارالمصنفین کے قیام کے لیے اپنے وطن حبیب گنج کا انتخاب کیا لیکن اس پیش کش کا جواب علامہ مرحوم نے یہ لکھ کر دیا کہ "آپ دارالمصنفین کو حبیب گنج لے جانا چاہتے ہیں تو حضرت میں اعظم گڑھ کو کیوں نہ پیش کروں اعظم گڑھ میں اپنا باغ اور دو بنگلے پیش کر سکتا ہوں"۔(۱۱)

بالآخر مرکز دارالمصنفین کا فیصلہ خود قاضی تقدیر نے کر دیا علامہ شبلی کے بھائی مولوی اسحٰق ایڈووکیٹ نے اسی دوران وفات پائی اور وہ اعظم گڑھ آنے پر مجبور ہوئے اور جب یہاں سکون و اطمینان نظر آیا تو اسی شہر میں دارالمصنفین کے قیام کا فیصلہ کیا، مولانا مسعود علی ندوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں :

"میں یہاں تکمیل کا درجہ کھول دوں گا تم طلبہ کے نام سے مطلع کرو اور خود ان کو لکھ دو کہ مجھ سے خط و کتابت کریں ، میں نے یہاں اپنا مستقل انتظام کر لیا ہے ہر طرح کا آرام اور پھیلاؤ ہے، تعلیمی کام شروع ہو گئے ہیں کسی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں"۔(۱۲)

ایک دوسرے خط میں مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی کو لکھتے ہیں :

"دارالمصنفین کی تجویز میں قطعاً طے کر چکا ہوں ، کہیں سے بندوبست نہ ہوا تو موجودہ ابتدائی عمارت جس کا تخمینہ پانچ ہزار روپیہ ہے میں خود اپنے پاس سے ادا کر دوں گا، چھوٹے چھوٹے بنگلے احباب سے بنوا لوں گا"۔(۱۳)

اس زمانہ میں علامہ شبلی سیرۃ النبیؐ کی تدوین و تالیف میں بھی مصروف تھے اور اسے ہر صورت میں (گوجان دے کر) پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتے تھے اس کے باوجود انہوں نے دارالمصنفین کے قیام و بنا کا آغاز اس طرح کیا کہ اپنے بنگلہ واقع اعظم گڑھ کے بغل میں اس کے لیے ایک دارالضیوف بنوایا، طلبہ کے رہنے کے لیے مکان کرایہ پر لیا قریب میں ایک سرکاری عمارت تھی اسے خریدنے کی کوشش کی، طلبہ کے وظائف کا انتظام کیا نیز دارالمصنفین کا تعلیمی خاکہ اور اس کے قواعد و ضوابط بنائے جس کو حیات شبلی میں مولانا سیّد سلیمان ندوی نے نقل کر دیا ہے۔

اس کے بعد علامہ شبلی نے اپنے ذاتی باغ اور بنگلے کو خاندان کے اور افراد کی مرضی و اجازت کے بعد برائے دارالمصنفین وقف کرنا چاہا ابھی یہ وقف نامہ زیر تحریر ہی تھا کہ کاروان علم و فن کا یہ میر قافلہ اپنے مالک حقیقی کے بلاوے پر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اور ان کا یہ خیال کہ " میں اس عمارت (دارالمصنفین) کو ان شاء اللہ تعالیٰ پورا کر کے رہوں گا اور شاید وہی میرا مدفن بھی ہو،"(۱۴) سچ ثابت ہوا۔

دارالمصنفین کا قیام

علامہ شبلی کی وفات (۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء) کے تین روز بعد یعنی ۲۱ نومبر ۱۹۱۴ء کو مولانا حمید الدین فراہی کی دعوت پر مولانا سیّد سلیمان ندوی کی موجودگی میں علامہ شبلی کے ادھورے کاموں کی تکمیل اور ان کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لیے ایک عارضی مجلس اخوان الصفا کے نام سے قائم کی گئی جس کے صدر مولانا حمید الدین فراہی، ناظم مولانا سیّد سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا مسعود علی ندوی اور مولانا شبلی متکلم ندوی رکن قرار پائے۔ یہی عارضی مجلس اخوان الصفا گویا دارالمصنفین کا اصل نقطہ آغاز ہے۔

سب سے پہلے مولانا حمید الدین فراہی نے سیّد صاحب کے تعاون سے ریاست حیدر آباد و بھوپال سے علامہ شبلی کو جو وظائف ملتے تھے انہیں دارالمصنفین کے نام منتقل کر دیا اور دارالمصنفین کی مالی پوزیشن مستحکم کرنے کی کوشش کی۔

علامہ شبلی نے بستر مرگ پر مولانا سیّد سلیمان ندوی سے تکمیل سیرت کی وصیت کی تھی، سیّد صاحب اس وقت دکن کالج پونہ میں السنہ مشرقیہ کے پروفیسر تھے اپنے استاذ و مرشد کے خوابوں کی تکمیل کے لیے وہاں سے مستعفی ہو کر اعظم گڑھ آگئے، اور دارالمصنفین کی نظامت سنبھالی، مولانا عبدالسلام ندوی نے الہلال کلکتہ کو خیر باد کہہ کر اعظم گڑھ کا رخ کیا، مولانا مسعود علی ندوی نے ان احباب کی معیت میں بقیہ زندگی مزار شبلی کے پہلو میں گزارنے کا فیصلہ کیا، دارالمصنفین کی یہی مختصر جماعت اپنی بے سروسامانی کے باوجود اپنے استاذ کے تخیل و تمناؤں کی تکمیل کے لیے منزل مقصود کی طرف گامزن ہوئی اور رفتہ رفتہ لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔

مولانا سیّد سلیمان ندوی نے اپنی بے نظیر علمی صلاحیت سے کام لیتے ہوئے سب سے پہلے تصنیف و تالیف اور نوجوان فضلاء اور رفقائے دارالمصنفین کی علمی تربیت و اصلاح کا کام شروع کیا اور ان سے گرانقدر مقالات اور کتابیں لکھوائیں جو آج بھی اپنے موضوع پر منفرد خیال کی جاتی ہیں، ان کتابوں کی طبع و اشاعت کے لیے ۱۹۱۶ء میں معارف پریس قائم کیا اور اسی سال ماہنامہ معارف جاری کیا، دفتر کتب خانہ اور پریس کی عمارتیں ہوائیں، آہستہ آہستہ دارالمصنفین ایک عالمی شہرت کا حامل تصنیفی ادارہ بن گیا۔

دارالمصنفین کے قیام کے اسباب

گذشتہ صفحات میں قیام دارالمصنفین کے متعدد اسباب کا ذکر ضمناً آ چکا ہے تاہم یہاں چند اور اہم باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ علامہ شبلی کے زمانہ میں تصنیف و تالیف کا اگرچہ مذاق عام ہو رہا تھا تاہم معیاری کتابوں کی تصنیف و تالیف پر کم زور دیا جاتا تھا اس لیے ضرورت تھی کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جہاں معیاری کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ترجمہ کا کام ہو سکے اور اس کا معیار تحقیق و تدقیق مسلم ہو۔

۲۔ اہل قلم اور مصنفین کی تربیت اور ان کے مذاق تصنیف و تالیف کی اصلاح و ترقی کے لیے کوئی ادارہ نہیں تھا، علامہ شبلی اس کے ذریعہ دراصل مصنفین کی تربیت کرنا چاہتے تھے

اسی لیے انہوں نے اسے زمرہ مصنفین کی دائمی خدمت قرار دیا تھا۔(۱۵)

۳۔ ماضی میں سلاطین کی علم پروری کی وجہ سے اہل قلم کا کام صرف تصنیف و تالیف تھا، اس کی اشاعت ان کے ذمہ نہ تھی، شائقین علم و فن خود ہی اسے گھر گھر پہنچا دیتے تھے جبکہ علامہ شبلی کے زمانہ میں آج بھی مصنف کا اصل کام تصنیف کے بعد شروع ہوتا ہے اس کی کتابت و طباعت کا انتظام کرنا اور اگر کسی صورت میں طبع بھی ہو جائے تو گلی کوچوں میں فروخت کرنے کے لیے بغل میں کتابیں دبائے خریدار کی تلاش میں گھومنا، علامہ شبلی دارالمصنفین کے ذریعہ مصنفین کی ان دشواریوں کو دور کرنا چاہتے تھے۔

۴۔ ایک سبب یہ بھی تھا کہ اسلاف نے جو علمی خزانہ یادگار چھوڑا ہے اس ادارہ کے ذریعہ اس کی حفاظت و صیانت کی جا سکے اور اس سے اہل علم خصوصاً جدید تعلیم یافتہ اور نئی نسل کو واقف کر دیا جائے۔

۵۔ ہر قوم میں ایک گروہ ایسا ہوتا ہے جو دنیاوی ہنگاموں اور مادی منفعتوں سے دور رہ کر اپنی قوم، مذہب ، تاریخ و تہذیب، زبان و ادب اور اپنی بنیادی خصوصیات کی بقاء و تحفظ کا سامان کرتا رہے۔

۶۔ ہندوستان میں ہر طبقہ اور ہر کام کے لیے انجمنیں اور سوسائٹیاں موجود تھیں مگر مصنفین اور اہل قلم کی کوئی انجمن نہیں تھی، سلاطین کے زمانہ میں ان کی علم پروری اور ادب نوازی سے مصنفین کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن ان کے خاتمہ کے بعد ایسا کوئی مرکز نہیں تھا جہاں سے مصنفین اپنے ذوق کو تسکین دے سکیں۔

۷۔ اسی زمانہ میں مستشرقین نے اسلام اور اسلامی علوم و فنون اور مسلمانوں کی تصانیف کی ترتیب و تدوین کا آغاز کیا اور اپنے خاص مطمح نظر سے اس میں وہ رنگ آمیزیاں کیں کہ تحقیق و تدقیق کے نام پر مسلمانوں کے خلاف محاذ جنگ کھول دیا اور مسلمانوں کی ہر چیز اور ہر کام کو مشکوک کر دیا۔

علامہ شبلی کے نزدیک اس فتنہ کے تدارک کے لیے ضروری تھا کہ ایک ایسا ادارہ ہو جہاں مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے غلط خیالات کی بیخ کنی اور پردہ داری کی جائے۔

دارالمصنفین کے مقاصد

دارالمصنفین کے متعدد مقاصد کا ذکر گذشتہ سطور میں آ چکا ہے تاہم یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ دارالمصنفین کا بنیادی مقصد تصنیف و تالیف کے لیے اہل علم کی تربیت کرنا بلند پایہ کتابوں کی تصنیف و تالیف و ترجمہ اور ان کے طبع و اشاعت کا انتظام کرنا تھا چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے ۱۹۱۵ء میں جب دارالمصنفین شبلی اکیڈمی کے نام سے اس ادارہ کی رجسٹری کرائی گئی تو اس کے مندرجہ ذیل مقاصد قرار دیئے گئے۔

۱۔ ملک میں اعلیٰ مصنفین اور اہل قلم کی جماعت پیدا کرنا۔

۲۔ بلند پایہ کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ترجمہ کرنا۔

۳۔ ان کی اور دیگر علمی و ادبی کتابوں کی طبع و اشاعت کا انتظام کرنا۔

ان مقاصد کی مکمل حصول یابی کے لیے دارالمصنفین کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا اور اس کے مندرجہ ذیل شعبے قرار پائے۔

(۱) دارالتصنیف، (۲) دارالاشاعت، (۳) دارالطباعت، (۴) دارالکتب،
(۵) شعبہ رسالہ معارف، (۶) شعبہ تعمیرات

ذیل میں ان شعبوں کی کارگذاری اور ان کی خدمات کی تفصیل پیش کی جاتی ہے تاکہ دارالمصنفین کی خدمات کا ایک اجمالی مرقع سامنے آ جائے۔

۱۔ دارالتصنیف

دارالمصنفین کے اس سب سے اہم علمی شعبے نے تصنیف و تالیف کا فریضہ انجام دیا نوجوان فضلاء اور اہل علم کی تربیت کی اور بلاشبہ اسی کی بدولت ملک میں سنجیدہ علمی فضا نے نشوونما پائی، اس شعبے کا آغاز مولانا سیّد سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی سے ہوا، بعد میں دوسرے اہل قلم آتے گئے اور اس میں اضافہ ہوتا گیا جن کی فہرست اب خاصی طویل ہو چکی ہے، ذیل میں ان کی ایک فہرست پیش کی جاتی ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اردو علم و تحقیق کے کیسے کیسے گوہر آبدار اس معدن علم و فن سے برآمد ہوئے۔

(۱) مولانا سیّد سلیمان ندوی، (۲) مولانا عبدالسلام ندوی، (۳) مولانا حاجی معین الدین ندوی، (۴) مولانا سعید انصاری، (۵) مولانا ابوالحسنات ندوی، (۶) مولانا عبدالباری ندوی، (۷) مولانا ابو الجلال ندوی، (۸) سیّد نجیب اشرف ندوی، (۹) مولانا سیّد ابو ظفر ندوی، (۱۰) مولانا سیّد ریاست علی ندوی، (۱۱) مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی، (۱۲) ڈاکٹر محمد عزیز، (۱۳) جناب سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن، (۱۴) افضل العلماء ڈاکٹر محمد یوسف کوکن، (۱۵) مولانا محمد ادریس نگرامی ندوی، (۱۶) مولانا مجیب اللہ ندوی، (۱۷) مولانا ضیاء الدین اصلاحی، (۱۸) مولانا عبدالسلام قدوائی، (۱۹) ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی، (۲۰) مولانا عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی، (۲۱) مولانا منصور نعمانی ندوی، (۲۲) مولانا شاہ نصیر احمد پھلواروی، (۲۳) وحید قیصر ندوی، (۲۴) مولانا عمیر الصدیق ندوی، (۲۵) مولانا محمد عارف عمری، (۲۶) مولانا عبیداللہ کوٹی ندوی وغیرہ۔

ان رفقائے دارالمصنفین کے علاوہ مولانا حمید الدین فراہی، مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا اقبال احمد خاں سہیل، مرزا احسان احمد بیگ اور یحییٰ اعظمی وغیرہ کا دارالمصنفین سے انتہائی گہرا تعلق تھا۔

دارالمصنفین کے پہلے ناظم مولانا سیّد سلیمان ندوی تھے، وہ دارالمصنفین سے ۱۹۴۶ء تک وابستہ رہے، اس طویل عرصہ میں انہوں نے اس ادارہ کو بام عروج پر پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اس کی تعمیر و ترقی اور سیرت نبوی کی تصنیف و تالیف کے علاوہ متعدد معرکۃ الآراء کتابیں سپرد قلم کیں، جو دارالمصنفین کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں۔

۱۹۴۶ء میں بعض اسباب کی بناء پر وہ بھوپال چلے گئے اور وہاں کے قاضی القضاہ مقرر ہوئے لیکن دارالمصنفین سے ان کا تعلق پوری طرح باقی رہا، اسی دوران تقسیم وطن کا حادثہ پیش آیا اور وہ بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے پاکستان چلے گئے اور پھر وہیں کی خاک کا پیوند ہوئے۔

؎ کتنا بلند ظرف تھا عالی مقام تھا　　　سرمایہ دار فن تھا مگر خاکسار تھا

ان کی ہجرت کے بعد مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے دارالمصنفین کی نظامت سنبھالی اور اس دور پر آشوب میں دارالمصنفین کی کشتی کو ہر آندھی و طوفان سے محفوظ رکھا اور آخر دم تک دارالمصنفین کے مقاصد کے حصول میں مصروف رہے۔ ۱۹۷۴ء میں ان کی وفات کے بعد جناب سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم نے دارالمصنفین کے کاموں کی ذمہ داری اٹھائی اور اسے آخری سانس تک بحسن و خوبی انجام دیتے رہے اور اب یہ ذمہ داری مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔

دارالمصنفین کے قیام پر پون صدی سے زائد کا عرصہ گذر چکا ہے مگر وہ آج بھی اپنے مقاصد کے حصول و تکمیل میں مسلسل مصروف ہے تصنیف و تالیف کا کام تسلسل سے جاری ہے، مصنفین اور اہل قلم کی ذہنی و دماغی اور تصنیفی تربیت بھی اسی شان سے ہو رہی ہے جیساکہ شروع میں تھی۔

دارالمصنفین نے اپنی پچاسی سالہ زندگی میں علم و فن کی گرانقدر خدمات جس بلند تحقیقی و تصنیفی معیار اور اسلوب و انداز میں انجام دی ہیں اس کی نظیر عالم اسلام میں مشکل سے ملے گی۔ قرآن و حدیث ، سیرت و سوانح، تذکرہ، ادبیات ، تاریخ اسلام، تاریخ ہند ، اسلامی علوم و فنون کی تاریخ اور اسلامی تہذیب و تمدن پر ڈھائی سو سے زائد بلند پایہ اور معرکہ آراء کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ترجمہ اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے کافی ہیں۔

ذیل میں دارالمصنفین کی مطبوعات کا موضوع کے لحاظ سے ایک سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

سلسلہ سیرۃ النبیؐ

دارالمصنفین کا آغاز پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کی تالیف کے مقدس و بابرکت عمل سے ہوا۔ سیرۃ النبی کے نام سے یہ بے نظیر سیرت سات جلدوں پر مشتمل ہے، ابتدائی دو جلدیں علامہ شبلی کے قلم سے ہیں اوربقیہ پانچ جلدیں مولانا سیّد سلیمان ندوی نے سپرد قلم کی ہیں بلاشبہ یہ دارالمصنفین کی مقبول ترین اور اس کا سرمایہ صد افتخار ہیں جس کی مثال اردو ہی نہیں عالم اسلام بلکہ دنیا کی کسی زبان میں نہیں ملتی، اس

کی عظمت و بلند پائیگی اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی مختلف زبانوں مثلاً عربی، فارسی، ترکی، انگریزی، پشتو اور ملیالم وغیرہ میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے اور اس کے سینکڑوں ایڈیشن طبع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔[۱۶]

سیرۃ النبی کے علاوہ دارالمصنفین نے اس موضوع پر دو اور کتابیں رحمت عالم اور خطبات مدراس بھی شائع کی ہیں ، رحمت عالم بچوں کے لیے انتہائی آسان زبان میں لکھی گئی ہے، سیرت کے موضوع پر یہ انتہائی جامع کتاب ہے۔

خطبات مدراس میں سیرت نبوی کا پورا خلاصہ اور اس کے تمام پہلو آ گئے ہیں، اپنے موضوع کی تمام خصوصیات کے ساتھ یہ کتاب انتہائی جامع اور دلنشیں ہے۔

سلسلہ سیر الصحابہؓ

دارالمصنفین کا ایک اور بڑا کارنامہ حضرات صحابہ کرامؓ کے احوال و آثار کی تحقیق و تدوین ہے ۔ اردو زبان میں صحابہ کرام کے حالات و سوانح اوران کے علمی و دینی اور سیاسی کارناموں کا ایسا مفصل اور جامع اور مکمل سلسلہ تالیف موجود نہ تھا بلکہ اس مرتب صورت میں خود عربی زبان میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی جس میں صحابہ کرامؓ کے عقائد، خیالات، عبادات ، معاملات، اخلاق و معاشرت اور ان کی عملی زندگی اور ان کے سیاسی نظامی اور علمی کارناموں کے واقعات مربوط شکل میں پیش کیے گئے ہوں اس سلسلہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس سے عہد رسالت و صحابہ کرامؓ کے سیاسی اور معاشرتی دونوں طرح کے حالات کا واضح نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔

سلسلہ سیر الصحابہ ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے جس کی فہرست یہ ہے :

۱۔	خلفائے راشدین	جلد اول	از مولانا حاجی معین الدین ندوی
۲۔	مہاجرین (حصہ اوّل)	جلد دوم	ایضاً
۳۔	مہاجرین (حصہ دوم)	جلد سوم	از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی
۴۔	سیر انصار (حصہ اول)	جلد چہارم	از مولانا سعید انصاری
۵۔	سیر انصار (حصہ دوم)	جلد پنجم	ایضاً
۶۔	سیر الصحابہ	جلد ششم	از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

(حضرات حسنینؓ۔ امیر معاویہؓ۔ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر کے حالات و کارنامے)

۷۔ سیر الصحابہ جلد ہفتم از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

(۲۵۰ صحابہ کرام کے حالات و سوانح جو فتح مکہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے)

۸۔ سیر الصحابیات جلد ہشتم از مولانا سعید انصاری

۹۔ اسوہ صحابہ (اول) جلد نہم از مولانا عبدالسلام ندوی

۱۰۔ اسوہ صحابہ (دوم) جلد دہم از مولانا عبدالسلام ندوی

۱۱۔ اسوہ صحابیات جلد یازدہم از مولانا مجیب اللہ ندوی

سلسلہ تابعین اور تبع تابعین

حضرات صحابہ کرامؓ کے فیض یافتہ اور ان کے صحیح اور سچے جانشین حضرات تابعین تھے اور ان کے سچے وارث اور ان کے تربیت یافتہ حضرات تبع تابعین تھے تابعین اور تبع تابعین کا جس دور سے تعلق ہے وہ مسلمانوں کی تاریخ کا انتہائی روشن اور تابناک عہد ہے، دارالمصنفین نے ان کے حالات و واقعات، علم و عمل اور زہد و ورع کی داستان بھی اپنے رفقاء سے قلمبند کرا کے شائع کی جس کی فہرست یہ ہے۔

۱۔ تابعین از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

۲۔ تبع تابعین (جلد اوّل) از مولانا مجیب اللہ ندوی

۳۔ تبع تابعین (جلد دوم) از ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی

سلسلہ تاریخ اسلام

دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں نے اپنے دست و بازو سے بڑی بڑی حکومتیں قائم کیں جو عرصہ دراز تک قائم رہیں ضرورت تھی کہ ان کی مفصل تاریخ لکھی جائے،دارالمصنفین کے متعدد علمی منصوبوں میں ایک تاریخ اسلام کی تدوین بھی تھی، چنانچہ اس موضوع پر دارالمصنفین نے متعدد کتابیں تصنیف کرائیں اور انہیں شائع کیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، اب تک تاریخ کے مندرجہ ذیل حصے شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ تاریخ اسلام (اوّل) خلافت راشدہ از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

۲۔ تاریخ اسلام (دوم) بنی امیہ ایضاً

۳۔ تاریخ اسلام (سوم) بنی عباس ایضاً

۴۔	تاریخ اسلام (چہارم)	بنی عباس	از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی
۵۔	تاریخ دولت عثمانیہ (اوّل)	از ڈاکٹر محمد عزیز	
۶۔	تاریخ دولت عثمانیہ (دوم)	ایضاً	
۷۔	تاریخ صقلیہ (حصہ اوّل)	از مولانا سیّد ریاست علی ندوی	
۸۔	تاریخ صقلیہ (حصہ دوم)	ایضاً	
۹۔	تاریخ اندلس (اول)	ایضاً	
۱۰۔	اسلام اور عربی تمدن	از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی	
۱۱۔	عرب کی موجودہ حکومتیں	ایضاً	
۱۲۔	تاریخ دعوی و عزیمت (اوّل)	از مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی	
۱۳۔	تاریخ دعوی و عزیمت (دوم)	ایضاً	
۱۴۔	اسلام کا سیاسی نظام	از مولانا محمد اسحاق سندیلوی	
۱۵۔	ہماری بادشاہی	از مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی	
۱۶۔	عربوں کی جہاز رانی	از مولانا سیّد سلیمان ندوی	
۱۷۔	بہادر خواتین اسلام	ایضاً	
۱۸۔	اسلام میں مذہبی رواداری	سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن	
۱۹۔	صلیبی جنگ	ایضاً	
۲۰۔	چینی مسلمان	از بدر الدین چینی	

ان مطبوعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دارالمصنفین نے مسلمانوں کی تاریخ کی کس قدر خدمت انجام دی ہے۔

دارالمصنفین کی ان تاریخی تصانیف کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اہل علم کی پذیرائی کے ساتھ ہند و پاک کی مختلف یونیورسٹیوں نے ان کو اپنے نصاب تعلیم میں بھی شامل کیا۔

صقلیہ یعنی سسلی میں مسلمانوں نے ڈھائی سو برس تک حکمرانی کی مگر اردو کیا عربی و انگریزی میں بھی اس کی کوئی مفصل اور مبسوط تاریخ موجود نہ تھی، دارالمصنفین نے اس کی طرف توجہ کی اور مولانا سیّد ریاست علی ندوی نے دو جلدوں میں اس کی نہایت جامع مستند اور مکمل تاریخ قلمبند کی، اسی طرح تاریخ دولت عثمانیہ بھی اپنے موضوع پر بے نظیر اور معرکۃ الآراء کتاب ہے۔ تاریخ اندلس بھی دارالمصنفین کا شاہکار ہے۔

چین کے مسلمانوں کے بارے میں سرے سے کوئی اطلاع ہی نہیں تھی، دارالمصنفین نے یہاں کے مسلمانوں کی تاریخ بھی شائع کی جو چینی مسلمان کے نام سے ہے اور بدر الدین چینی کی تصنیف ہے۔

ان اشاعتوں سے ظاہر ہے کہ دارالمصنفین کی یہ کوشش رہی کہ ہر ایسے ملک کی تاریخ اردو میں آ جائے جہاں مسلمانوں نے اپنے سیاسی ، تہذیبی اور تمدنی وجود کا احساس دلایا ہے۔ راقم الحروف اپنی معلومات کے مطابق بے جھجک یہ کہہ سکتا ہے کہ تاریخ اسلام کی اس طرح تدوین کی کوشش عالم اسلام کے کسی ادارہ نے نہیں کی یہ بلاشبہ دارالمصنفین کا امتیازی کارنامہ ہے۔

تاریخ ہند

ہندوستان میں مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار برس تک حکمرانی کی اور اسے علمی،ادبی، تاریخی، تعلیمی، سیاسی ، انتظامی اور تعمیری و اقتصادی ہر طرح سے انتہائی ترقی دی۔ ضرورت تھی کہ اس کی علمی و تمدنی اور سیاسی و معاشرتی تاریخ قلمبند کی جائے ، دارالمصنفین نے روز اول ہی سے اس عظیم تاریخ کی تدوین و ترتیب پیش نظر رکھی۔ علامہ شبلی کے تصنیفی منصوبوں میں اسے خاص اہمیت حاصل رہی، چنانچہ مولانا سیّد سلیمان ندوی نے تاریخ ہند کی تدوین کا ایک جامع منصوبہ بنایا جس کا مقصد ہندوستان کے تمام علاقوں کی تاریخ کی تدوین تھا، تاریخ سندھ سے اس منصوبہ کا آغاز ہوا، سیّد صاحب کے بعد بھی اس موضوع پر مسلسل کام جاری رہا، اس سلسلہ میں اب تک مندرجہ ذیل کتابیں دارالمصنفین سے شائع ہو چکی ہیں :

۱۔	تاریخ سندھ (اول و دوم)	از مولانا سیّد ابو ظفر ندوی
۲۔	مختصر تاریخ ہند	ایضاً
۳۔	مختصر تاریخ گجرات	ایضاً
۴۔	گجرات کی تمدنی تاریخ	ایضاً
۵۔	عرب و ہند کے تعلقات	از مولانا سیّد سلیمان ندوی
۶۔	رقعات عالمگیر	سیّد نجیب اشرف ندوی

۷۔ مقدمہ رقعات عالمگیر — سیّد نجیب اشرف ندوی

۸۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں (اوّل) — از مولانا ضیاء الدین اصلاحی

۹۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں(دوم) — ایضاً

۱۰۔ ہندوستان کی کہانی — از مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی

۱۱۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں — از مولانا ابو الحسنات ندوی

۱۲۔ کشمیر سلاطین کے عہد میں — مترجمہ میجر علی حماد عباسی

۱۳۔ اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں مترجمہ مولانا ابو العرفان ندوی

تاریخ ہند کی ترتیب و تدوین میں سب سے زیادہ حصہ جناب سیّد صباح الدین عبدالرحمان مرحوم کا ہے جن کو خاص اسی مقصد سے مولانا سیّد سلیمان ندویؒ نے اپنی تربیت و رہنمائی میں تیار کیا تھا، چنانچہ انہوں نے مدۃ العمر اسی موضوع کی خدمت کی ان کی مندرجہ ذیل کتابیں درالمصنفین نے شائع کی ہیں :

۱۴۔۱۶ بزم تیموریہ (تین جلدیں)

۱۷۔ بزم مملوکیہ

۱۸۔ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے

۱۹۔ ہندوستان کے عہد وسطی کی ایک ایک جھلک

۲۰۔ ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر

۲۱۔ ہندوستان کے عہد وسطی کا فوجی نظام

۲۲۔ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے

۲۳۔ عہد مغلیہ ہندو مسلم مورخین کی نظر میں۔(۱۷)

۲۴۔۲۶ ہندوستان کے عہد ماضی میں مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری (تین جلدیں)

۲۷۔۲۸ ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں (دو جلدیں)

۲۹۔ عہد مغلیہ میں ہندوستان سے محبت و شیفتگی کے جذبات(۱۸)

۳۰۔ ہندوستان امیر خسرو کی نظر میں(۱۹)

۳۱۔ بابری مسجد وغیرہ

صباح الدین صاحب نے ہندوستان کے عہد وسطی کی تاریخ کا خصوصی مطالعہ کیا تھا اور وہ اس کے ہر پہلو اور ہر گوشہ پر وسیع و عمیق نظر رکھتے تھے ، عہد وسطی کی تاریخ کے موضوع پر انہوں نے اپنی کتابوں میں اتنا مواد جمع کر دیا ہے کہ اب کوئی محقق ان کے مطالعہ و استفادہ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا اور ہندوستان کے معتبر، مستند مورخوں میں سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کا شمار لازمی ہو گیا ہے۔

تاریخ ہند کے سلسلہ میں علامہ شبلی اور مولانا سیّد سلیمان ندوی کے تاریخی مقالات کا ذکر بھی ناگزیر ہے، علامہ شبلی نے متعدد تصانیف کے علاوہ متعدد گرانقدر تاریخی مقالات بھی لکھے جو کتابچوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں، سیّد صاحب نے علامہ کے خاص تاریخی مقالات کو دو جلدوں میں مرتب کیا جسے دارالمصنفین نے شائع کیا،اسی طرح سیّد سلیمان ندوی نے تاریخی مقالات بھی صباح الدین صاحب نے مرتب کر کے شائع کیا، یہ مقالات تاریخ کے مختلف موضوعات پر ہیں اور اپنے موضوع پر منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔

دارالمصنفین کا سلسلہ تاریخ ہند بھی بے حد مقبول ہوا اور مراجع کی حیثیت رکھتا ہے، مثلاً رقعات عالمگیر اور مقدمہ رقعات عالمگیر،اورنگزیب پر تحقیق کرنے والوں کے لیے اب تک شمع راہ بنی ہوئی ہیں، بزم تیموریہ میں تیموری بادشاہوں کی علمی تاریخ پہلی بار پیش کی گئی ہے یہ فارسی میں ترجمہ ہو کر اہل ایران سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔[۲۰] تاریخ ہند کے سلسلہ میں دارالمصنفین کی مساعی اور خدمات کبھی فراموش نہ کی جا سکیں گی۔

سلسلہ ناموران اسلام

اس سلسلہ تصانیف کا منصوبہ علامہ شبلی مرحوم نے بنایا تھا، چنانچہ خود انہوں نے ناموران اسلام اور نامور فرمانروایان اسلام کے تحت (۱) المامون،[۲۱] (۲) الفاروق،[۲۲] (۳)سیرۃ النعمان،[۲۳] (۴) سوانح مولانا روم اور (۵) الغزالی وغیرہ لکھیں جسے دارالمصنفین نے نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا، نیز اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھایا، اس سلسلہ کی اب

تک مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں :۔

۶۔	سیرت عائشہؓ	از مولانا سیّد سلیمان ندوی
۷۔	حیات امام مالکؒ	ایضاً
۸۔	خیام	ایضاً
۹۔	حیات شبلی	ایضاً
۱۰۔	سیرت عمر بن عبدالعزیز	از مولانا عبدالسلام
۱۱۔	امام رازی	ایضاً
۱۲۔	ابن خلدون	ایضاً
۱۳۔	اقبال کامل	ایضاً
۱۴۔	حکیم الامت نقوش و تاثرات	از مولانا عبدالماجد دریابادی
۱۵۔	ابن رشد	از مولانا محمد یونس فرنگی محل
۱۶۔	حیات سلیمان	از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی
۱۷۔	محمد علی کی یاد میں	سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن
۱۸۔	صوفی امیر خسرو	ایضاً
۱۹۔	سیّد محمود	ایضاً
۲۰۔	محمد علی کی ذاتی ڈائری	از مولانا عبدالماجد دریابادی
۲۱۔	صاحب المثنوی	از قاضی تلمذ حسین
۲۲۔	مولانا ابو الکلام آزاد	از مولانا ضیاء الدین اصلاحی
۲۳۔	حضرت خواجہ معین الدین چشتی	سیّد صباح الدین عبدالرحمان
۲۴۔	حضرت ابوالحسن ہجویری	ایضاً
۲۵۔	مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر	ایضاً

ان کتابوں کی قدر و قیمت کے جائزے کا یہ موقع نہیں یہاں چند بڑے لوگوں کی آراء نقل کی جاتی ہے، مثلاً سیرت عائشہؓ کے متعلق علامہ اقبال نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ "یہ ہدیہ سلیمانی نہیں، سرمہ سلیمانی ہے، اس کتاب کے پڑھنے سے میرے علم میں بہت اضافہ ہوا۔[۲۴] اس کا انگریزی، ترکی، اور عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے البتہ عربی ترجمہ

اب تک شائع نہیں ہوا۔

سیّد صاحب کی مشہور کتاب خیام میں تحقیق و تدقیق اور کد و کاوش کا جو بلند معیار قائم ہوا ہے اس کی داد ہندوستان سے لے کر افغانستان اور ایران تک کے اصحاب علم و فضل نے دی، فردوسی کی ہزار سالہ برسی کے موقع پر افغانستان ایران کو جو تحائف بھیجے تھے ان میں ایک تحفہ یہ کتاب خیام بھی تھی۔ علامہ اقبال نے اس کے بارے میں لکھا تھا کہ اس میں جو کچھ لکھ دیا گیا ہے اب اس پر کوئی مشرقی یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا۔(۲۵)

خود علامہ شبلی کی سوانح عمری حیات شبلی جو مسلمانوں کی گذشتہ دو سو برس کی علمی تاریخ کا مرقع ہے اس کی اہمیت کا اندازہ شیخ محمد اکرام کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے کہ "سیّد سلیمان ندوی نے حیات شبلی لکھ کر حالی سے وہ تاج فضیلت چھین لیا جو حیات جاوید کی بدولت ان کے سر پر تھا"۔(۲۶)

مولانا سیّد سلیمان ندوی کے دور طالب علمی کی یادگار حیات امام مالکؒ کے طبع و اشاعت کا سہرا بھی دارالمصنفین کے سر ہے یہ کتاب بھی بہت مقبول ہوئی، متعدد ایڈیشن اور تیلگو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

طوالت کے خوف سے مفکرین کی اس طرح کی آراء بھی نظرانداز کی جاتی ہیں۔

تذکرے

دارالمصنفین نے متعدد تذکرے بھی شائع کیے جن کا موضوع کے لحاظ سے آئندہ ذکر ہوگا البتہ مولانا سیّد سلیمان ندوی کی یاد رفتگاں، سیّد مولانا عبدالسلام ندوی کی حکماء اسلام اور سیّد صباح الدین عبدالرحمان کی بزم رفتگاں کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

مولانا سیّد سلیمان ندوی نے ماہنامہ معارف میں وفیات کے عنوان سے زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کی موت پر ماتمی مضامین لکھے تھے، انہیں مضامین کو یادرفتگاں کے نام سے شائع کیا گیا ہے، یہ مضامین حالات و سوانح کے ساتھ ان اصحاب علم و فضل کے کارناموں پر مشتمل ہیں۔

حکمائے اسلام جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں حکما کے حالات و سوانح اور ان کے کارناموں کی تفصیل ہے۔

یادرفتگاں ہی کی طرح سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم کی بزم رفتگاں بھی ہے، یہ کتابیں تذکروں میں اپنی انفرادیت کی وجہ سے بہت مقبول ہوئیں اور آئندہ بھی تاریخ و سوانح کا ماخذ بنیں گی۔

علوم و فنون کی تاریخ

دارالمصنفین کے پیش نظر مختلف اسلامی علوم و فنون کی ترتیب و تدوین کا منصوبہ بھی تھا، خود علامہ شبلی نے دارالمصنفین کے اغراض و مقاصد میں اس کا ذکر کیا ہے، چنانچہ دارالمصنفین کے رفقاء نے اس سلسلہ میں بھی متعدد گراں مایہ کتابیں لکھیں اور شائع کیں یہاں مختصراً اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قرآنیات

دارالمصنفین نے اولاً اس موضوع پر مولانا سیّد سلیمان ندوی کی معرکۃ الآراء کتاب ارض القرآن جو دو جلدوں پر مشتمل ہے شائع کی اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے، مشہور روسی عالم علامہ جار اللہ ہندوستان آئے تو فرمایا کہ مجھ کو دارالمصنفین کی اہم خدمت کا اندازہ اسی کتاب کی اشاعت سے ہوا تھا۔(۲۷)

اس کے علاوہ علامہ شبلی اور مولانا سیّد سلیمان ندوی کے قرآنی مقالات کو بھی درالمصنفین نے مرتب کر کے شائع کیا۔ ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہی کی تفسیر نظام القرآن کے متعدد اجزء کی اشاعت بھی دارالمصنفین کا ایک اہم کام ہے۔ جناب سیّد صدیق حسن (آئی۔ سی۔ ایس) کی کتاب جمع و تدوین قرآن اور مولانا محمد اویس نگرامی کی تعلیم القرآن بھی دارالمصنفین کے سلسلہ مطبوعات کا حصہ ہیں۔

تفسیر

یہ موضوع بھی دارالمصنفین کے پیش نظر ابتداء ہی سے رہا، چنانچہ سب سے پہلے مولانا سعید انصاری نے تفسیر ابو مسلم اصفہانی کی تدوین کی اہل علم جانتے ہیں کہ ابو مسلم

کی تفسیر ناپید ہے، اس کے مختلف اجزاء مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے ،مولانا سعید انصاری نے انہیں نہایت تلاش و تفحص اور تحقیق و تدقیق سے مرتب کیا۔

جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے دارالمصنفین نے ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہی کے متعدد تفسیری رسائل بھی شائع کیے۔

مفسرین اوران کے تفسیری کارناموں کی تاریخ کا کام بھی دارالمصنفین کے مقصد قیام میں شامل تھا، چنانچہ یہ کام دارالمصنفین کے ایک لائق رفیق مولانا محمد عارف عمری انجام دیتے رہے اور اس سلسلہ تصانیف میں اس کی پہلی جلد تذکرہ مفسرین ہند شائع ہو چکی ہے۔

حدیث

فن حدیث اور محدثین کے کارناموں کی تدوین کو بھی دارالمصنفین نے تصنیف و تالیف کا موضوع بنایا ، اس سلسلہ میں محدثین اور ان کی جلیل القدر خدمات کا تذکرہ تین مبسوط جلدوں میں مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے نہایت محققانہ انداز میں قلمبند کیا ہے، اپنے موضوع پر دارالمصنفین کی یہ ایک بڑی خدمت قرار دی جا سکتی ہے۔

فقہ

دارالمصنفین نے اس فن کی بھی بڑی خدمت کی، اس موضوع پر اب تک مندرجہ ذیل کتابیں دارالمصنفین کے رفقاء نے لکھیں یا ترجمہ کی ہیں :

۱۔	القضا فی الاسلام	ترجمہ مولانا عبدالسلام ندوی
۲۔	اسلامی قانون فوجداری	ترجمہ مولانا عبدالسلام ندوی
۳۔	تاریخ فقہ اسلامی	ایضاً
۴۔	مطلقہ عورت اور اس کا نان و نفقہ	از مولانا محمد عمیرالصدیق ندوی
۵۔	تذکرۃ الفقہاء (حصہ اول)	ایضاً

آخری کتاب فقہائے شافعیہ کے حالات و سوانح اور ان کی خدمات کے تذکرہ پر مشتمل ہے اس کی دوسری جلدیں زیر تصنیف ہیں۔

علم الکلام

علم کلام خاص مسلمانوں کا ایجاد کردہ فن ہے، اسلام میں بڑے بڑے متکلمین پیدا ہوئے، خود علامہ شبلی اپنے وقت کے سب سے بڑے ماہر علم الکلام تھے انہوں نے اس موضوع پر کئی کتابیں سپرد قلم کیں، دارالمصنفین نے نہ صرف ان کتابوں کو نہایت اہتمام سے شائع کیا بلکہ اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھایا اب تک مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

۱۔	الکلام	از علامہ شبلی نعمانی
۲۔	علم الکلام	ایضاً
۳۔	رسالہ اہل سنت والجماعت	مولانا سیّد سلیمان ندوی

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی پہلی تصنیف الجہاد فی الاسلام کی اشاعت بھی دارالمصنفین کے ذریعہ ہوئی، اس کتاب کے قابل قدر مباحث کی وجہ سے ہم نے اس کو اسی عنوان کے تحت شامل کیا ہے۔

فلسفہ

دارالمصنفین نے اس موضوع پر درجنوں معرکۃ الاراء کتابیں شائع کی ہیں جن کی فہرست پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔	فلسفہ کی پہلی کتاب	از ڈاکٹر میر ولی الدین
۲۔	برکلے	از مولانا عبدالباری ندوی
۳۔	فہم انسان	ترجمہ ایضاً
۴۔	مکالمات برکلے	ترجمہ ایضاً
۵۔	مبادی فلسفہ اوّل	ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادی
۶۔	مبادی فلسفہ دوم	ایضاً
۷۔	روح الاجتماع	از مولانا محمد یونس انصاری فرنگی محل
۸۔	مقالہ روسو	ترجمہ صاحبزادہ ظفرالحسن خاں
۹۔	نٹشے	از پروفیسر مظفر الدین ندوی

۱۰۔	نفسیات ترغیب	
۱۱۔	مآل و مشیت	از صاحبزادہ ظفر حسین خان
۱۲۔	انقلاب الامم	مولانا عبدالسلام ندوی
۱۳۔	تاریخ اخلاق اسلامی	ایضاً
۱۴۔	طبقات الامم	ترجمہ اختر جوناگڑھی

ارباب نظر جانتے ہیں کہ فلسفہ کے موضوع پر یہ کتابیں کلاسیکل حیثیت رکھتی ہیں۔ اور ان کی فلسفیانہ حیثیت مسلم ہے۔

ان کے علاوہ مسلمان فلاسفہ اور حکماء کے حالات و سوانح اور کارناموں پر مولانا عبدالسلام ندوی نے کلمائے اسلام دو جلدوں میں جو دارالمصنفین کی اہم کتابوں میں شمار کی جاتی ہے ۔

تعلیم و تربیت

یہ موضوع دارالمصنفین کے پیش نظر رہا لیکن اس موضوع پر نسبتاً کم کام ہوا ہے، علامہ شبلی کے رسالہ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم کے علاوہ مولانا عبدالسلام ندوی کی "التربیة الاستلالیه" اور سیّد ریاست علی ندوی کی کتاب اسلامی نظام تعلیم دارالمصنفین نے شائع کی ظاہر یہ سلسلہ مختصر ہونے کے باوجود اہم ہے۔

اردو ادب

اردو ادب کے ضمن میں اگر یہ کہا جائے کہ دارالمصنفین نے اپنی ہر کتاب کے ذریعہ اصلاً اردو ادب ہی کی خدمت کی ہے۔ اردو زبان و ادب کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں پر نہایت اہم کتابیں رفقائے دارالمصنفین نے قلمبند کی ہیں، اس موضوع پر ڈاکٹر خورشید نعمانی کی کتاب درالمصنفین کی ادبی خدمات مطالعہ کے لائق ہے، یہاں طوالت کے خوف سے صرف ادبی کتابوں کی ایک فہرست پیش کی جاتی ہے۔ اسی سے دارالمصنفین کی ادبی خدمات کا اندازہ ہو جائے گا۔

۱۔	اردو غزل	از ڈاکٹر یوسف حسین خاں
۲۔	شعر الہند اوّل	از مولانا عبدالسلام ندوی
۳۔	شعر الہند دوم	ایضاً
۴۔	اقبال کامل	ایضاً
۵۔	مقالات عبدالسلام (ادبی)	ایضاً
۶۔	گل رعنا	از مولانا سیّد عبدالحیؒ
۷۔	انتخابات شبلی	مرتبہ مولانا سیّد سلیمان ندوی
۸۔	کلیات شبلی	ایضاً
۹۔	غالب مدح و قدح کی روشنی میں (اول)	از جناب سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن
۱۰۔	ایضاً (دوم)	ایضاً
۱۱۔	اردو زبان کی تمدنی اہمیت	از عبدالرزاق قریشی
۱۲۔	مرزا مظہر جان جاناں	ایضاً
۱۳۔	نقوش سلیمانی	از مولانا سیّد سلیمان ندوی
۱۴۔	مولانا سیّد سلیمان ندوی کی علمی و دینی خدمات	از سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن
۱۵۔	مولانا سیّد سلیمان ندوی کی تصانیف ایک مطالعہ	ایضاً
۱۶۔	صاحب المثنوی	از قاضی تلمذ حسین

فارسی شعر و ادب

اس موضوع پر دارالمصنفین نے علامہ شبلی کی مشہور کتاب شعر العجم کو جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے نہایت اہتمام سے شائع کیا، پروفیسر براؤن (E.G.Broune) نے تمنا کی تھی کہ کاش شعر العجم فارسی اور انگریزی میں منتقل ہو جاتی، ان کی یہ تمنا پوری ہوئی اور شعرالعجم کی کئی جلدوں کا ایران اور افغانستان میں فارسی میں ترجمہ ہوا، شعرالعجم کے اب تک متعدد ایڈیشن طبع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔

اس کے بعد درالمصنفین نے مرزا مظہر جان جاناں کی بیاض خریطہ جواہر کو شائع کیا، اسے شاہ معین الدین احمد ندوی نے مرتب کیا ہے۔ نیز جان جاناں کے فارسی کلام پر جامع اور پر مغز نقد و تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔

اس موضوع پر نسبتاً کم کام ہوا ہے جو ظاہر فارسی شعر و ادب کی عدم مقبولیت کا نتیجہ ہوگا۔

عربی اور انگریزی مطبوعات

دارالمصنفین نے اردو کے علاوہ عربی اور انگریزی میں بھی بعض کتابیں شائع کی ہیں جس کی فہرست یہ ہے :

۱۔	تفسیرابی مسلم اصفہانی	جمعہ و مرتبہ الشیخ سعید الانصاری
۲۔	اقسام القرآن	للمعلم عبدالحمید الفراہی
۳۔	الرای الصحیح	ایضاً
۴۔	اجزاء شئی من تفسیر نظام القرآن	ایضاً
۵۔	الانتقاد علی التمدن الاسلامی	العلامہ الشیخ الشبلی نعمانی
۶۔	دیوان الفیض	الاستاذ فیض الحسن السہار نفوری
۷۔	ابو العلامالہ و مالیہ	الشیخ عبدالعزیز المیمنی
۸۔	الرسالۃ المحمدیہ	مترجمہ محمد ناظم الندوی
۹۔	الاسلام والمستشرفون	(دارالمصنفین)
۱۰۔	دروس الادب	للسید سلیمان الندوی

دروس الادب بچوں کے لیے آسان زبان میں تعلیم کی غرض سے لکھی گئی ہے اس کے اب تک سینکڑوں ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

انگریزی میں دارالمصنفین نے سید اطہر حسین کی کتاب(uran and Qriantakst) شائع کی اس کے علاوہ انہی کے قلم سے خطبات مدارس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا۔

دارالمصنفین کی کتابوں کے انگریزی، ہندی، عربی اور بعض دوسری علاقائی زبانوں میں ترجمہ کی سخت ضرورت ہے تاکہ اس سے خاطر خواہ استفادہ کیا جا سکے۔ مگر وسائل کی

کمی کی وجہ سے یہ کام دارالمصنفین انجام نہیں دے پا رہا ہے۔

مکاتیب

دارالمصنفین نے علامہ شبلی کے علمی، ادبی، تعلیمی اور ذاتی خطوط کو دو جلدوں میں شائع کیا ہے، مولانا سیّد سلیمان ندوی نے سفر یورپ سے جو خطوط لکھے تھے، انہیں بھی دارالمصنفین نے بریڈ فرنگ کے نام سے شائع کیا، دارالمصنفین کے پہلے ناظم مولانا سیّد سلیمان ندوی کے نام ملک کے نامور فضلاء و مشاہیر نے جو خطوط لکھے تھے ان کو بھی ایک جلد میں مرتب کر کے مشاہیر کے خطوط کے نام سے شائع کیا۔

سفر نامے

دارالمصنفین نے اب تک تین سفرنامے شائع کیے ہیں اس کی ابتداء علامہ شبلی کے مشہور سفرنامہ روم و مصر و شام سے ہوئی، پھر مولانا سیّد سلیمان ندوی کا سفرنامہ افغانستان شائع ہوا۔ ایک سفر نامہ الفوز العظیم از مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی بھی دارالمصنفین نے شائع کیا۔

مقالات، خطبات اور شذرات

علامہ شبلی نے مستقل تصانیف کے ساتھ سینکڑوں مقالات بھی سپرد قلم کیے تھے۔ سیّد صاحب نے ان تمام مقالات کو جمع کر کے آٹھ جلدوں میں علی الترتیب مذہبی، ادبی، تعلیمی، تنقیدی، سوانحی، تاریخی، فلسفیانہ ، قومی و اخباری عناوین کے تحت شائع کیا۔ نویں جلد میں علامہ شبلی کے خطبات جمع کر دیئے گئے ہیں۔

اسی طرح مولانا سیّد سلیمان ندوی کے علمی و دینی اور تاریخی مقالات کو بھی تین جلدوں میں دارالمصنفین نے شائع کیا ہے پہلی جلد میں تاریخی دوسری جلد میں علمی اور تیسری جلد میں قرآنی مقالات ہیں۔

مولانا عبدالسلام ندوی نے خالص ادبی تصنیفات کے علاوہ سینکڑوں ادبی مضامین بھی لکھے تھے دارالمصنفین نے ان مضامین کا ایک ضخیم مجموعہ بھی مقالات عبدالسلام کے نام سے شائع کیا۔ مشہور شاعر مرزا احسان احمد بیگ نظم کے ساتھ اچھی نثر بھی لکھتے تھے، ان

کے چند مضامین بہت مقبول ہوئے ان کے ادبی مضامین کا ایک مجموعہ مقالات احسان بھی شائع کرنے کا سہرا دارالمصنفین کے سر ہے۔

مولانا سیّد سلیمان ندوی نے معارف میں مسلسل چالیس بیالیس برس تک شذرات لکھے جو آج اپنے عہد کی تاریخ کا بڑا اہم حصہ ہیں، دارالمصنفین نے سیّد صاحب کے تمام شذرات کو تین جلدوں میں اشاریہ و کتابیات کے ساتھ شذرات سلیمانی کے نام سے شائع کیا یہ تمام مقالات و خطبات اور شذرات آج بھی پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسلام اور مستشرقین

مستشرقین نے بظاہر اسلام کے ساتھ بڑا اعتنا کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین نے اپنے خاص مطمح نظر کی وجہ سے اسلام کو بہت نقصان پہونچایا، دارالمصنفین کے بانی علامہ شبلی نعمانی نے ان کے زہر کے تریاق کی کوشش کی اور ان کے تلامذہ نے بھی اس اہم فریضہ علمی کو جاری رکھا اپنی تصانیف کے علاوہ اپنے مقالات میں بھی مستشرقین کے خیالات پر نقد و تبصرہ کیا۔ اسی سلسلہ میں ۱۹۸۱ء میں ایک بین الاقوامی سیمینار بھی کیا جس میں پڑھے گئے مقالات کو اسلام اور مستشرقین کے نام سے شائع کیا ایک جلد میں اس موضوع پر لکھے گئے علامہ شبلی کے مقالات کو دارالمصنفین نے شائع کیا، ایک جلد اس کی علامہ سیّد سلیمان ندوی کے مقالات ہیں۔

اس موضوع پر ماہنامہ معارف میں سینکڑوں مقالات شائع ہو چکے ہیں، سلسلہ اسلام اور مستشرقین کے سلسلہ میں ایک جلد ان مقالات پر بھی مشتمل ہے۔

ان تصانیف کے علاوہ دارالمصنفین کے شعبہ دارالاشاعت نے ملک کے نامور اہل قلم کی متعدد کتابیں شائع کی ہیں جس میں چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

> تیمور مترجمہ مولانا محمد عنایت، رہنمائے تاریخ اردو از عبدالقادر، حیات فریاد، از مولوی سیّد حسین خان، تذکرہ اقدس از مولانا سیّد ابو ظفر ندوی، مختصر تاریخ گجرات، از سیّد ابو ظفر ندوی، سوراج مترجمہ سیّد نجیب اشرف ندوی، سلوک سلیمانی از اشرف سلیمانی وغیرہ۔

استفسار

دارالمصنفین پچھلے پچاسی سالوں سے ملک کے گوشے گوشے سے آنے والے علمی و دینی اور ادبی و تاریخی استفسارات کے جوابات بھی نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ رہتا ہے اس اہم علمی خدمت میں رفقائے دارالمصنفین کا بڑا وقت صرف ہوتا ہے تاہم ایک علمی خدمت کی وجہ سے یہ فریضہ بھی انجام دیا جاتا ہے، ان استفسارات اور ان کے جوابات کو اگر مرتب کر دیا جائے تو اس کی کئی جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں، اپنی نوعیت کے لحاظ سے ملک میں دارالمصنفین کی یہ ایک منفرد خدمت ہے۔

گذشتہ صفحات میں جا بجا مطبوعات دارالمصنفین کے بارے میں ارباب نظر کے آراء و خیالات آگئے ہیں یہاں یہ کہنا قطعی مبالغہ نہ ہوگا کہ دارالمصنفین کی کتابیں اپنے موضوع کا حاصل ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ اسی وجہ سے دارالمصنفین کی شہرت برصغیر ہند و پاک کے علاوہ عالم اسلام بلکہ ایشیا، یورپ ، افریقہ اور مریکہ تا جا پہونچی ہے ، علوم اسلامیہ سے تعلق رکھنے والا شاید ہی کوئی ایسا صاحب علم ہو جو دارالمصنفین سے ناآشنا ہو، ان براعظموں اور ان کے علمی مراکز اور وہاں کے اہل علم سے دارالمصنفین کا ربط و تسلسل اور مراسلت قائم ہے، مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب لکھتے ہیں :

> " دمشق میں المجمع العلمی کے نام سے ایک اکاڈمی کا قیام عمل میں آیا تو اس نے ہندوستان میں سب سے پہلے دارالمصنفین کی طرف دست اخوت و مودت بڑھایا اور یہاں کی تصنیفات پر حوصلہ افزا تقریظیں لکھیں، مصر کے بلند پایہ رسالوں المقتطفہ ، المنار اور الزہرا وغیرہ میں دارالمصنفین کی خدمات کا اعتراف کیا گیا اس کی تصنیفات پر تنقیدیں نکلیں اور معارف کے مضامین بھی ان میں ترجمہ ہو کر شائع ہوئے، قسطنطنیہ اور انگورہ کے اخبارات و رسائل میں دارالمصنفین کے متعلق بلند پایہ مضامین نکلے اور اس کی علمی خدمات کو سراہا گیا، فرانس کے ممتاز علمی رسالہ ' ماندے مسلمان" میں کئی بار دارالمصنفین کا نمایاں تذکرہ آیا،

امریکہ بھی دارالمصنفین کے آوازہ شہرت سے خالی نہیں، مشہور مستشرق پادری زویمر اور مسٹر مرے وغیرہ نے وہاں کے رسائل میں ہندوستان میں اسلام اور مسلمان کے موضوع پر لکھتے ہوئے دارالمصنفین کا تذکرہ کیا، ۔۔۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی میں اس ادارہ کی علمی سرگرمیوں سے دلچسپی لی جارہی ہے اور وہاں کے کئی خطوط میں اس کی علمی خدمات کی تحسین کی گئی ہے۔(۲۸)

اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ مطبوعات دارالمصنفین اور اس کی علمی خدمات کی وجہ سے دارالمصنفین بین الاقوامی اور عالمگیر شہرت کا حامل ادارہ ہے۔

بعض مستشرقین مثلاً مارگولیتھ اور پروفیسر گولیم وغیرہ سے علمی موضوعات پر ایک سے زیادہ مرتبہ علمی معرکہ آرائی ہو چکی ہے اور انہوں نے اسلامی عقائد و نظریات اور تاریخ و تہذیب اسلامی پر جو بے بنیاد، ناروا اور رکیک حملے کیے تھے تحقیقات دارالمصنفین سے آشنا ہونے کے بعد نہ صرف انہیں اپنی رائے بدلنی پڑی بلکہ سپر انداز ہونا پڑا۔

۲۔ دارالاشاعت

یہ دارالمصنفین کا دوسرا بڑا اہم شعبہ ہے دارالتصنیف ہی کی طرح اس کی خدمات بھی وسیع، متنوع اور گرانقدر ہیں، اس شعبہ کے ذریعہ علامہ شبلی اور رفقائے دارالمصنفین کی تصانیف شائع ہوتی ہیں، اسی کے ذریعہ ہند و پاک بلکہ پوری دنیا میں بھیجی جاتی ہیں اس نے اب تک تقریباً ڈھائی سومعرکۃ الآراء کتابیں شائع کی ہیں، اس وقت اس کا سرمایہ کتابوں کی شکل میں کئی لاکھ کا ہوگا۔

دارالمصنفین کا یہی شعبہ اس کی آمدنی کا ذریعہ ہے، ابتداءً حیدر آباد اور بھوپال سے جو وظائف ملتے تھے اس سے اس کو بڑی تقویت تھی ان کے بند ہو جانے کے بعد کتابوں کی تجارت ہی ایک واحد ذریعہ آمدنی ہے، تقسیم وطن سے یہ تجارت بھی متاثر ہوئی اب اردو کی زبوں حالی سے اس شعبہ کی اشاعتی سرگرمیاں محدود اور مختصر ہو گئی ہیں، متعدد کتابیں قابل اشاعت ہیں مگر مالی مشکلات اور وسائل کی کمی سے کسی اہل خیر کی منتظر ہیں۔

۳۔ دارالطباعت

اس شعبہ میں طباعت کا کام ہوتا ہے، دارالمصنفین کا اپنا پریس ہے جو اس کی مطبوعات کو چھاپتا ہے، جون ۱۹۱۶ء میں معارف پریس کے نام سے اس کا قیام عمل میں آیا ابتداء میں لیتھو پریس تھا، پھر دو مشینیں اور آگئیں اور ہاتھ کے بجائے بجلی سے کام ہونا شروع ہوا۔

معارف پریس حسن طباعت کے لیے ملک بھر میں معروف تھا مگر اب اس کی مشینیں پرانی ہو گئی ہیں اس لیے طباعت متاثر ہو رہی ہے، نئے آفسٹ پریس کی ضرورت ہے جس سے معارف پریس کے حسن طبع کی روایت کو باقی رکھا جا سکے۔

۴۔ رسالہ معارف

علامہ شبلی کے پیش نظر ایک علمی رسالہ کا اجراء بھی تھا جس کا نام وہ خود معارف طے کر چکے تھے مگر وہ اسے جاری نہ کر سکے، دارالمصنفین میں جب تصنیف و تالیف کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا تو مولانا سیّد سلیمان ندوی نے اسے بھی جاری کیا اس کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا، اس وقت سے آج تک مسلسل پابندی کے ساتھ اپنے معیار کے مطابق نکل رہا ہے۔

شروع میں اس کے تمام مضامین رفقائے دارالمصنفین کے قلم سے ہوتے تھے پھر آہستہ آہستہ خود اس رسالہ نے لکھنے پڑھنے کا ایک ذوق پیدا کر دیا اور ملک میں لکھنے پڑھنے والوں کی جماعت پیدا ہو گئی۔

اب اس رسالہ کی حیثیت انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی ہے ، علم و ادب کا شاید ہی ایسا کوئی پہلو اور گوشہ ہو جس پر معارف میں محققانہ مقالات شائع نہ ہوئے ہوں، اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اہل علم کی آراء سے لگایا جا سکتا ہے، مولانا ابوالکلام آزاد ، مولانا سیّد سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں :

> " معارف کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں صرف یہی ایک پرچہ ہے اور ہر طرف سناٹا ہے بحمدللہ مولانا شبلی مرحوم کی تمنائیں رائیگاں نہ گئیں اور

صرف آپ کی بدولت ایک ایسی جگہ بن گئی جو خدمت علم و تصنیف کے لیے وقف ہے"۔ (۲۹)

شاعر مشرق علامہ اقبال فرماتے ہیں:

" یہی ایک ایسا رسالہ ہے جس کے پڑھنے سے حرارت ایمانی میں ترقی ہوتی ہے"۔ (۳۰)

مشہور صحافی اور اہل قلم جناب عبدالمجید سالک رقمطراز ہیں:

" ۱۹۱۵ء میں دارالمصنفین کا مشہور علمی رسالہ "معارف" جاری ہوا، جو بلا مبالغہ دنیائے اسلام کا علمی و تحقیقی رسالہ ہے اور جس نے ہماری تاریخ و تحقیق کے ذخیرے کو مالامال کر دیا ہے"(۳۱)

مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں:

" میں معارف کو دنیا کا سب سے بلند پایہ علمی رسالہ سمجھتا ہوں۔۔ وہ ہماری تاریخ حال کا مستقبل میں ایک وثیقہ، ایک مآخذ ہوگا"(۳۲)

ماہنامہ معارف کی علمی ادبی تعلیمی تاریخی اور مذہبی خدمات بہت وسیع ہیں اردو زبان میں علم و ادب کی اس قدر خدمات انجام دینے والا کوئی اور رسالہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ دارالکتب

علمی و تصنیفی کام کے لیے کتب خانہ کا ہونا انتہائی ضروری ہے، علامہ شبلی نے اپنا ذاتی کتب خانہ ندوہ کو دے دیا تھا، اس کے بعد ندوہ کی تالیف کے سلسلہ میں جو کتابیں جمع ہوئیں، انھی سے کتب خانہ دارالمصنفین کا آغاز ہوا، علامہ شبلی نے اپنے اعزہ کی کتابوں سے اس میں اضافہ کیا، پھر سیّد صاحب مدۃ العمر اس میں اپنی کوششوں سے اضافہ کرتے رہے۔ اب یہ کتب خانہ پچاس ہزار اردو، عربی و فارسی اور انگریزی و ہندی کی کتابوں پر مشتمل ہے، سینکڑوں مخطوطات بھی ہیں مگر دارالمصنفین کی وسیع ضروریات کے لیے یہ اب بھی ناکافی ہے، ضرورت ہے کہ اہل علم اور ارباب دولت اس کی طرف توجہ دیں تاکہ یہ مثالی ادارہ اپنی عظیم علمی روایات اور خدمات کو جاری رکھ سکے۔

دارالمصنفین کے اس مختصر سے جائزے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ملک میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتا، اس کے پاس اپنے رفقاء (اسکالرز) ہیں اپنا کتب خانہ اور اپنا مطبع ہے، غرض یہ کہ بلند پایہ علمی تحقیقات و تصنیفات کے لیے جن رسائل کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب دارالمصنفین کے پاس موجود ہیں اس طرح کا ادارہ کم از کم پورے عالم اسلام میں آج بھی نظر نہیں آتا، بظاہر یہ بڑا دعویٰ ہے لیکن اس کے ثبوت کے لیے عالم عرب کے مشہور عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی یہ شہادت ہمارے دعوے کی تقویت کے لیے کافی ہے وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں:

> "میں نے بہت سے ملکوں کی سیاحت کی مگر علم کی مملکت دارالمصنفین میں دیکھی جس کے قلمرو میں اپنا کتب خانہ، اپنے رفقاء، اپنا پریس، اپنا دفتر، اپنا گھر اور اپنی مسجد ہے"۔ (۳۴)

اللہ تعالیٰ قوم کے اس عظیم تصنیفی ادارے کو شرور فتن سے محفوظ رکھے اور اس کی ترقی کے اسباب پیدا کرے۔

حوالہ جات

۱۔ مولانا سید سلیمان ندوی۔ حیات شبلی، ص ۱۰، طبع چہارم دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء

۲۔ ایضاً، ص ۱

۳۔ ایضاً، ص ۱۸

۴۔ بحوالہ افادات مہدی، ص ۲۷۳۔۲۷۴

۵۔ بحوالہ حیات شبلی، ص ۶۹۰،۶۹۱

۶۔ ایضاً، ص ۶۹۲

۷۔ ایضاً، ص ۶۹۲۔۶۹۳

۸۔ مکاتیب شبلی مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی، ج ۲ ص ۱۹۳۔ دارالمصنفین ۱۹۷۱ء،

٩۔ الہلال ، ۱۱ فروری ۱۹۱۴ء ، کلکتہ
۱۰۔ مکاتیب شبلی ، ج ۲ ، ص ۱۲۷ بنام مولانا مسعود علی ندوی
۱۱۔ ایضاً ، ج ۲۱ ص ۲۰۹
۱۲۔ ایضاً ، ج ۲ ، ص ۱۳۸
۱۳۔ ایضاً ، ج ۱ ، ص ۲۰۹
۱۴۔ ایضاً ، ج ۱ ، ص ۲۰۸
۱۵۔ ایضاً
۱۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے راقم کا مضمون " علامہ شبلی کی سیرۃ النبی" ماہنامہ معارف فروری۔ مارچ ۱۹۹۸ء
۱۷۔ اس کا دوسرا ایڈیشن " ظہیر الدین محمد بابر ہندو مسلم مورخین کی نظر میں" کے نام سے شائع ہوا ہے۔
۱۸۔ صباح الدین صاحب کی ایک کتاب " سلاطین کے عہد میں ہندوستان سے محبت و شیفتگی کے جذبات" اردو اکادمی لکھنو نے شائع کیا ہے۔
۱۹۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔
۲۰۔ مقدمہ بزم تیموریہ ، ص ۲
۲۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیں راقم کا مقالہ " علامہ شبلی کی شہرہ آفاق تصنیف المامون۔ ایک تنقیدی جائزہ" ۔ سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد اپریل۔ جون ۱۹۹۸ء
۲۲۔ دیکھیں راقم کا مقالہ " الفاروق ایک تنقیدی جائزہ" فکر و نظر علی گڑھ ، ج ۳۵ ، شمارہ ۲۔ ۱۹۹۸ء
۲۳۔ دیکھیں احقر کا مقالا سیرۃ النعمان ایک مطالعہ ، ترجمان الاسلام و ارانسی جنوری ۔ مارچ ۱۹۹۸ء ۔
۲۴۔ اقبال نامہ مکتوب اقبال بنام سید سلیمان ندوی بحوالہ دارالمصنفین کی ادبی خدمات از ڈاکٹر خورشید نعمانی، ص ۲۷۶
۲۵۔ اقبال نامہ ، ص ۱۷۸۔۱۷۹ شیخ مبارک علی لاہور ۱۹۵۰ء
۲۶۔ شیخ محمد اکرام۔ شبلی نامہ ، ص ۸
۲۷۔ تعارف دارالمصنفین
۲۸۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی۔ تعارف دارالمصنفین، ص ۴۴
۲۹۔ ایضاً ، ص ۲۴

۳۰۔ ایضاً، ص ۲۵

۳۱۔ ایضاً، ص ۲۵

۳۲۔ بحوالہ فہرست مطبوعات دارالمصنفین۔ ۱۹۹۸ء

۳۳۔ ماہنامہ معارف نومبر ۱۹۹۰ء، ص ۳۶۴۔۳۶۵